اکائی ۲ سبع معلقات اوران کی امتیازی خصوصیات

اکائی کے اہم اجزا

2.1 مقصد

2.2 تمہید

2.3 وجہ تسمیہ

2.4 اصحاب معلقات کی تعداد

2.5 عربی ادب میں معلقات کا مقام

2.6 معلقات کی عام خصوصیات

2.7 امرء القیس کا معلقہ اور اس کی خصوصیات

2.8 طرفہ کا معلقہ اور اس کی خصوصیات

2.9 زہیر کا معلقہ اور اس کی خصوصیات

2.10 لبید کا معلقہ اور اس کی خصوصیات

2.11 عمرہ بن کلثوم کا معلقہ اور اس کی خصوصیات

2.12 عنترہ کا معلقہ اور اس کی خصوصیات

2.13 حارث بن حلزہ کا معلقہ اور اس کی خصوصیات

2.14 خلاصہ

2.15 نمونے کے امتحانی سوالات

2.16 معاون کتابیں

2.1 مقصد:

اس سبق کا مقصد طلبہ کے اندر عرب کے مشہور شعراء اور ان کے شہرائے آفاق قصائد (معلقات) کے متعلق معلومات فراہم کرنا اور ان کی اہمیت وخصائص کو بیان کرنا ہے۔ چونکہ جاہلی زمانہ میں کہی گئی شاعری کی فنی حیثیت مسلم ہے، اور اپنی گوناگوں امتیازی خصوصیات کی بنا پر بعد کی شاعری کے لئے نمونہ ہے اس لئے عربی ادب کے طالب علم کو اس باب پر خاص توجہ دینا ضروری ہے، تا کہ وہ قدیم عربی شاعری کی خصوصیات اور جدید عربی شاعری پر پڑنے والے اس کے اثرات سے بھی واقف ہو سکے۔

2.2 تمہید:

معلقات جاہلی شاعری کے مصادر میں سب سے مستند اور قابل اعتماد شعری مجموعہ ہے۔ یہ وہ سات قصائد ہیں جو دور جاہلیت میں عرب کے سب سے مشہور شعرا کے ذریعہ کہے گئے۔ مورخین کی رائے کے مطابق یہ قصائد اہل عرب کے منتخب قصائد تھے جنہیں اظہار مقبولیت اور دائمی شہرت کے لئے کعبے کی دیوار سے آویزاں کیا گیا، ان میں سے بعض فتح مکہ کے دن وہاں لٹکے ہوئے تھے اور کچھ اس آگ کی نذر ہو گئے جو قبل اسلام خانہ کعبہ میں لگی تھی ان قصائد کے کہنے والوں کے اسماء اس طرح ہیں: امرؤالقیس بن حجر الکندی، عنترہ ابن شداد، زہیر بن ابی سلمی، طرفہ بن العبید، عمرو بن کلثوم، لبید بن ابی ربیعہ، حارث بن حلزہ۔

2.3 وجہ تسمیہ:

عرب ابتدا ہی سے شعروشاعری کا ذوق رکھتے تھے، شاعری ان کی گھٹی میں شامل تھی، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے دور جاہلی کے سرمایہ شعروشاعری میں سے سات بہترین قصائد کو چھانٹ کر محفوظ کر لیا تھا۔ قصائد کے اس مجموعہ کو ''سبع معلقات'' کہتے ہیں۔ ان قصائد کو معلقات کہنے کی کئی وجوہات ہیں۔ جن میں ایک وجہ یہ ہے کہ شعرائے عرب اپنا کلام تیار کر کے قریش کے سامنے پیش کرتے، اگر وہ اسے پسند کر لیتے تو یہ عمدہ اور اچھا کلام سمجھا جاتا، پھر قریش سونے کے پانی سے قباطی پر لکھوا کر خانہ کعبہ کی دیواروں پر آویزاں کر دیتے، اسی وجہ سے انھیں معلقات یعنی لٹکائے ہوئے قصیدے کہا گیا۔ لیکن بعض حضرات کا خیال ہے کہ معلقات علق (بکسر العین) سے ماخوذ ہے، علق ایسے مال کو کہتے ہیں جو بیش قیمت اور محبوب ہو۔ ہر جنس کی نفیس ترین چیز کو بھی علق کہتے ہیں عربی میں کہا جاتا ہے'' ھـذا عـلـق مـضـنـة چونکہ یہ قصیدے، حسن بندش، عمدہ تشبیہ، نادر استعارات، وکنایات، کثیر معانی ومطالب، بہترین اسالیب کی وجہ سے قیمتی جواہر پارے اور یکتا موتیوں کی طرح ہیں اس لئے انہیں معلقات کا نام دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ معلقات علق (بفتح العین) لٹکانے کے معنی میں ہے کہ جو بھی انھیں پڑھتا یا سنتا ہے دل ودماغ ان قصائد سے معلق ہو جاتے ہیں۔

معلقات کی تسمیہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے محل نزاع وجہ تسمیہ ہے، وہ حضرات جو کعبہ میں ان قصائد کے لٹکائے جانے کے قائل نہیں ہیں اور اس کے لئے ان کے اپنے دلائل ہیں وہ معلقہ کو علق (بکسر العین) سے ماخوذ مانتے ہیں اور بلاشبہ یہ عربوں کے ادبی میراث کی سب سے گرانمایہ شئے اور سب سے قیمتی اور نفیس سرمایہ ہے۔ اور جو حضرات اس کے کعبہ میں لٹکائے جانے کے قائل ہیں اواس کے لئے

دلائل رکھتے ہیں ان کے نزدیک یہ علق (بفتح العین) سے ماخوذ ہے۔

ان قصائد کے کعبہ معظّمہ میں تعلیق کا اثبات کرنے والے اور انکار کرنے والے دونوں کی بڑی تعداد ہے۔ البتہ اثبات کرنے والوں کی فہرست زیادہ طویل ہے پہلے ہم انکار کرنے والوں اور ان کے دلائل پر نظر ڈالتے ہیں۔

معلقات کے کعبے میں تعلیق کا انکار کرنے والوں کے سرخیل ابوجعفر نحاس ہیں، ابن نباری نے ان سے نقل کیا ہے کہ: حماد الراویہ نے ان سات طویل قصیدوں کو جمع کیا لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ انھیں کعبے میں آویزاں کیا گیا تھا۔

کارل بردکلمان نے بھی تعلیق کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی وجہ تسمیہ ان کی نفاست اور قیمت ہے، تعلیق نہیں ہے۔ جرمن مستشرق تھیوڈور نولدکے (Theodor Noldeke) کی بھی یہی رائے ہے۔ ماضی قریب کی علمی شخصیات میں سے جس نے تعلیق کا انکار کیا ہے وہ شیخ مصطفیٰ صادق الرافعی کی ذات ہے انھوں نے تعلیق کے قصے کو موضوع قرار دیا ہے۔ معاصرین میں ڈاکٹر شوقی ضیف اور ڈاکٹر جود علی نے بھی ان قصائد کے کعبے شریف میں لٹکائے جانے کا انکار کیا ہے۔ منکرین کے دلائل کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

1. عہد جاہلی میں عربی زبان سماعی تھی تحریری نہیں تھی۔
2. قرآن کریم اپنی تمام تر بزرگی وقداست کے باوجود اور حدیث شریف اپنی تمام اہمیت وعظمت کے باوجود عہد رسالت ان کی جمع وتدوین کا کام نہیں ہوا۔
3. فتح مکہ کے بعد جب کعبہ کے بتوں کو توڑا گیا اور تصویروں کو مٹایا گیا۔ اس وقت معلقات یا اس کے اجزاء ملنے کا کسی مورخ یا سیرت نگار نے ذکر نہیں کیا ہے۔
4. بعثت سے قبل جب کعبہ کی جدید تعمیر ہوئی اس واقعہ کے بیان میں بھی معلقات کا ذکر نہیں ملتا۔
5. جن صحابہ اور تابعین نے ان قصائد کی روایت کی ہے ان میں سے کسی نے بھی ان کے کعبے میں لٹکائے جانے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

تعلیق کے قائلین کی فہرست طویل ہے ان میں ابن عبدربہ، ابن رشیق قیروانی، ابن خلدون، یاقوت حموی اور جلال الدین سیوطی وغیرہ شامل ہیں۔ متاخریں میں جرجی زیدان بھی تعلیق کے قائل ہیں۔

ان حضرات کے مطابق معلقات کی وجہ تسمیہ کعبہ معظّمہ میں ان کی تعلیق ہے۔ انھیں تعظیم کی جہت سے قباطی کپڑے پر سونے کے پانی سے لکھ کر کعبہ معظّمہ کی دیواروں پر آویزاں کیا گیا تھا۔ سب سے پہلے امرؤالقیس کا قصیدہ حج کے زمانے میں رکن کعبہ پر لٹکایا گیا تھا بعد میں دوسرے قصائد بھی لٹکائے گئے۔ ابوجعفر نحاس کے علاوہ متقدمین میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا تعلیق کے انکار کو سب سے پہلے مستشرقین نے اچھالا۔ اور پھر عرب مصنفین نے ان کی تائید کردی۔ ان لوگوں کی یہ تائید مستشرقین کے دلائل کی قوت کے سبب نہیں ہے بلکہ نئی چیز میں رغبت کے باعث ہے، ورنہ جو عہد جاہلی میں شعر کی اہمیت کو جانتے ہیں ان کے لئے یہ بات ہرگز تعجب خیز نہیں ہے۔ بلاشبہ اس عہد میں کتابت کا عام رواج نہیں تھا۔ لیکن اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں مثلاً نابغہ ذبیانی اپنے قصائد تحریری شکل میں حیرہ کے بادشاہ نعمان

کے پاس بھجواتا تھا۔ابن ھشام وغیرہ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ قریش نے بنو ہاشم کے بائیکاٹ کو جو دستاویز تیار کی تھی اسے کعبے میں لٹکا یا گیا تھا۔ایسے اور بھی شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد جاہلی میں معلقات کے علاوہ بھی تحریری نمونے ملتے ہیں اور بعض تحریروں کو کعبہ میں لٹکانے کی نظیریں بھی ملتی ہے۔لہٰذا اگر ان قصائد کو بھی لٹکایا گیا ہو تو اس کے لئے کوئی علمی، عقلی یا فنی مانع نہیں ہے۔

ان قصیدوں کا ایک نام مذھبات بھی ہے۔یعنی سونے کے پانی سے لکھے ہوئے قصیدے۔ مذھبات اس لیے کہتے ہیں کہ ان قصائد کو پہلے سونے کے پانی سے قباطی پر لکھا جاتا پھر خانہ کعبہ پر لٹکایا جاتا۔

2.4 اصحاب معلقات کی تعداد:

معلقات کی تعداد اور مصداق میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔بعض نے انھیں سات قصیدے قرار دیا ہے، اور بعض کے نزدیک ان کی تعداد دس ہے۔اس کے علاوہ کون سے قصائد ان کا مصداق ہیں اور معلقات میں شمار ہوتے ہیں یہ امر بھی مختلف فیہ ہے۔جن پانچ پر سب کا اتفاق ہے وہ امرؤالقیس ،زہیر،لبید،طرفہ اور عمرو بن کلثوم کے قصیدے ہیں ۔ پھر بعض حضرات عنترہ اور حارث بن حلزہ کے معلقات ملا کر سبع معلقات کو مکمل کرتے ہیں اور یہی سب سے راجح موقف ہے اور زیر نظر سبق میں اسی کی اتباع کی گئی ہے، اور بعض لوگ نابغہ اور اعشٰی کے معلقات کے ذریعے سات کی تعداد مکمل کرتے ہیں اور بعض ان سب کے ساتھ عبید بن ابرص کا قصیدہ بھی ملا لیتے ہیں اور ان کے نزدیک معلقات کی تعداد دس ہے۔لیکن اصح قول یہی ہے کہ جن شعرا کے قصیدے خانہ کعبہ میں لٹکائے گئے ان کی تعداد سات ہے۔

2.5 عربی ادب میں معلقات کا مقام:

جاہلی شاعری کے جو نمونے ہم تک پہنچے ہیں ان میں سب سے زیادہ صحیح اور تاریخی لحاظ سے سب سے مستند معلقات کا مجموعہ ہے۔ اس لئے عربی زبان وادب میں ان کی اہمیت بھی سب سے زیادہ ہے۔احمد حسن زیات کے بقول عربی شاعری میں انچاس قصائد سب سے زیادہ صحیح ہیں جنہیں ابوزید قرشی نے جمہرۃ اشعار العرب میں ذکر کیا ہے، پھر ان میں بھی سب سے زیادہ قابل اعتماد وہ سات قصائد ہیں جو معلقات کے نام سے معروف ہیں۔

معلقات کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام بالخصوص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن مجید کے الفاظ کی تشریح ،اور محل استعمال کی وضاحت کے لئے جاہلی شاعری خاص طور پر معلقات کے اشعار سے استشہاد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس جب بھی قرآنی آیات کی وضاحت کرتے تو شاہد کے طور ایک شعر بھی پیش کرتے اور فرماتے کہ جب تم پر قرآن کی کسی آیت کی تفسیر دشوار ہو تو اس کا معنی شعر میں تلاش کرو کیونکہ وہ عرب کا وثیقہ ہے۔

ان قصائد کی اہمیت اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ عرب نے ان سات قصائد کو تمام جاہلی شاعری پر فوقیت دی، اور سونے کے پانی سے لکھ کر تعظیما کعبہ کی دیواروں پر لٹکایا۔ یوں یہ قصائد شاعری کے مثالی نمونے اور حوالے کی حیثیت اختیار کر گئے۔

عربی زبان وادب میں ان قصائد کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے گویا یہ ایک کسوٹی ہے جس پر دیگر شعرا کی شاعری کو پرکھا

جاتا ہے، اوران معلقات کی تقلید کرنا اوران کے مثل شعر کہنا باعث فخر سمجھا جاتا ہے۔کیوں کہ یہ قصیدے اوران کے کہنے والے شعرا جن امتیازی خصوصیات کے حامل تھے وہ بعد کے شعرا اوران کی شاعری میں کم نظر آتی ہیں اسی لئے ان قصائد کو اوران کے قائلین کو سب سے زیادہ شہرت بھی ملی۔ یہ قصائد اپنی لفظی اور معنوی محاسن ،اور تاریخی واقعات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے نہ صرف عربی زبان کے لئے مصدر اول کی حیثیت رکھتے ہیں، بلکہ عہد جاہلی کی دینی سماجی اور سیاسی زندگی کی سچی تصویر بھی ہیں،اور جاہلی دور کی تقالید،ان کے رہن سہن،سادگی اور بدویانہ طرز زندگی کی صحیح عکاسی کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا کی مختلف زبانوں میں معلقات کا ترجمہ ہوا۔معروف محقق فواد سزکین نے معلقات کے اردو، فارسی، ترکی، انگریزی،فرانسیسی، لاطینی، روسی، جرمن اور سویڈس میں تراجم کی ایک طویل فہرست ذکر کی ہے۔

آگے ہم ان معلقات کی عمومی خصوصیات کا جائزہ لیں گے پھر ہر ایک معلقہ کی امتیازی خصوصیات کا سرسری تجزیہ کریں گے۔

2.6 معلقات کی عام خصوصیات:

معلقات سبعہ کی خوبی یہ ہے کہ یہ جاہلی شاعری کے بہترین نمونہ ہونے ساتھ ساتھ تاریخی دستاویز کی بھی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کی امتیازی خصوصیات میں سے سب سے اہم انداز وبیان کی سادگی،اور سچائی ہے۔اصحاب معلقات کی شاعری اکثر فطری اور برجستہ ہوتی تھی جیسے حارث بن حلزہ کا قصیدہ جو اس نے بادشاہ عمرہ بن ہند کے دربار میں برجستہ کہا۔جاہلی شعرا جو بھی خیال ان کے دل سے گزرتا یا انہیں جس چیز کا احساس ہوتا اسے شاعری کا جامہ پہنا دیتے یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری ان کے علوم وفنون کا مخزن،ان کے جنگی کارناموں کا تذکرہ،اوران کے غلط وصحیح کا آئینہ ہے۔

معروف ناقد وادیب شوقی ضیف کے مطابق معلقات کی شاعری زیادہ تر فخر وحماسہ کے اردگرد گھومتی ہے جس سے یہ بات صاف ہوتی ہے فخر وحماسہ ان کی محبوب ترین صنف تھی رہی غزل وتشبیب تو وہ ان کی شاعری کی اصل غرض اور مقصد کا پیش خیمہ اور مقدمہ ہوتی تھی۔

معلقات کی ایک خاصیت ان کا ظاہری تصنع اور بناوٹ سے خالی ہونا ہے،اسلوب شعری سلیس اور دلکش ہے،جس میں اختصار کا وصف نمایاں ہے،مجاز اور مبالغہ کا استعمال بقدر ضرورت ہے،جو ان کے جذبات اور احساسات کی صحیح ترجمانی ہے،علاوہ ازیں بھاری بھرکم الفاظ کا استعمال، اسلوب کی سلاست، ترکیب کی متانت، معانی میں گہرائی ان کی شاعری کا خاص وصف ہے۔کچھ قصائد کی زبان بہت سلیس ہے جیسے عنترہ اور عمرو بن کلثوم کا قصیدے،اس کے برعکس کچھ قصائد میں غریب الفاظ کا استعمال بکثرت ہے جیسے طرفہ بن العبد کا معلقہ۔

جاہلی شعراء منطقی طرز تکلم،اور اشعار کے مابین فکری تسلسل،اور ترتیب سے واقف نہ تھے جسے عصر حدیث میں وحدۃ الموضوع سے جانا جاتا ہے بلکہ یہ ان کی بدویانہ طرز زندگی کے منافی تھا،اسی لئے معلقات میں اشعار کی ترتیب بے جوڑ اور بے ربط ہے حتی کہ اگر آپ کسی شعر کو حذف کردیں یا اس میں تقدیم وتاخیر کردیں تو قصیدہ میں کوئی خامی یا کمی محسوس نہ ہوگی۔

2.7 معلقہ امرء القیس

جاہلی شعراء میں امرء القیس سب سے مشہور شاعر گزرا ہے، ابن سلام نے اپنی کتاب طبقات فحول الشعراء میں اس کا شمار طبقہ اولی کے شاعروں میں کیا ہے۔ امرؤالقیس کے کلام کا سب سے اچھا اور بہترین نمونہ اس کا شہرہ آفاق معلقہ ہے، جس میں اس نے ساری قوت حسن تغزل، نادر تشبیہات، عمدہ استعارات، منظر کشی، اپنی محبوبہ کی مدح وسرائی، اپنے گھوڑے کی بہادری، پھرتی، تیز رفتاری، چالاکی کو بیان کرنے میں صرف کی ہے، کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اپنی محبوبہ کی یاد میں بوسیدہ کھنڈرات، اکھڑے ہوئے خیموں کے نشانات، اور اجڑے ہوئے دیار کو دیکھ کر رونے والا اور آہ وفغاں کرنے والا اور اسے اپنی شاعری میں بیان کرنے والا شاعر امرء القیس ہی ہے۔ اور بعد کے جتنے شعراء ہوئے سب نے اس کی تقلید کی لیکن اس کی گرد کو نہ پا سکے۔

امرء القیس کا پسندیدہ مشغلہ عورتوں سے تغزل اور اور تشبیب تھا اسی لئے اسے الملک الضلیل یعنی بگڑا ہوا شہزادہ بھی کہا جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس کے باپ نے جو کندہ کا بادشاہ تھا اس کو گھر بدر کر دیا۔ امرء القیس کے معلقہ میں اس کا یہی وصف غالب ہے۔ جس میں اس نے اپنی محبوبہ کا وصف اور اس سے لقاء کی جو منظر کشی کی ہے وہ قاری کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ اپنی سواری کا وصف بیان کرنے، اور فخریہ شاعری کہنے میں امرؤالقیس کو بلا کی مہارت اور کمال حاصل تھا جو اس کے معلقہ سے واضح ہے۔

چوں کہ یہ معلقہ نہ صرف امرؤالقیس کی زندگی کا آئینہ دار ہے بلکہ اس کے کمال فن کا بھی شاندار مظہر ہے اسی لیے عربی ادب میں اس کو نمایاں مقام حاصل ہے۔

2.7.1 معلقہ کہنے کا سبب:

اس معلقہ کو کہنے کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ امرؤالقیس کو اپنی چچازاد بہن عنیزہ بنت شرحبیل سے بڑی محبت تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے چوری چھپے ملا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب قبیلہ نے کوچ کیا تو یہ چپکے سے مردوں سے الگ ہو کر کسی قافلے کے ساتھ ہولیا جس میں اس کی محبوبہ تھی۔ چنانچہ امرؤالقیس مردوں سے الگ ہو کر عورتوں کے پیچھے لگ گیا، راستے میں ایک تالاب دارِ جلجل کے نام سے پڑتا تھا، امرؤالقیس نظریں بچا کر عورتوں پہلے وہاں پہنچ گیا اور ایک جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب عورتیں تالاب پر پہنچیں تو انھوں نے کپڑے اتار کر تالاب میں نہانا شروع کر دیا، ان کے ساتھ اس کی محبوبہ عنیزہ بھی تھی۔ ادھر امرؤالقیس نے چپکے سے آیا اور سب کے کپڑے جمع کر کے ان پر بیٹھ گیا اور عورتوں سے کہا کہ جب تک ننگی ہو کر میرے سامنے نہ نکلو گی کپڑے نہیں دوں گا عورتوں نے بہت خوشامد اور التجا کی لیکن وہ نہیں مانا۔ جب بہت دیر ہوگئی تو مجبورا ایک ایک کر کے سب نکلتی گئیں اور سب کو ان کے کپڑے دیتا گیا عنیزہ کی جب نکلنے کی باری آئی تو اس نے نکلنے میں بہت ٹال مٹول اور حیلہ بہانہ کیا اور قسم دے کر کہا کہ میرے کپڑے مجھے یہیں لا کر دے دے، لیکن امرؤالقیس نے ایک نہ سنی چنانچہ وہ ننگی باہر نکلی اور کپڑے لے کر پہنے۔ ان اٹکھیلیوں میں ظاہر سی بات ہے کافی دیر ہوگئی۔ لڑکیوں نے کہنا شروع کیا خدا تجھے غارت کرے تو نے اتنی دیر کروادی، قافلہ کہاں سے کہاں نکل گیا ہوگا اور اب ہمیں بھوک لگ رہی ہے امرؤالقیس نے فورا اپنی اونٹنی ذبح کی، لڑکیوں نے گوشت بھونا، خوب کھایا، پیا جب چلنے کا وقت ہوا سب نے امرؤالقیس کا سامان بانٹ کر اپنے اونٹوں پر لاد لیا۔ سامان تو لد گیا لیکن خود امرؤالقیس کے لیے سواری کا سوال تھا کہ وہ کس طرح سفر کرے چنانچہ اس نے عنیزہ سے کہا تم مجھے اپنے

اونٹ پر بٹھالو اور دوسری لڑکیوں نے بھی زور دیا۔ مجبوراعنیز ہ نے اسے اونٹ کے اگلے حصہ پر بٹھالیا اور اس طرح یہ حسین قافلہ چل پڑا۔

راستے میں امرؤالقیس عنیزہ کے کجاوہ میں سر ڈال کر اس سے سرگوشیاں کرتا اور پیار اور محبت کا اظہار کرتا۔ اس واقعہ کے بعد اس نے اپنا یہ مشہور معلقہ کہا، جس میں نہ صرف اس واقعہ کا ذکر ہے بلکہ مختلف موضوعات، مناظر اور مضامین اس میں آئے ہیں۔ مطلع یہ ہے:۔

قِفانبکِ من ذِکری حبیبٍ ومنزلِ　　بِسقط اللوِی بینَ الدخول فحومِلِ

یعنی اے میرے دونوں دوستوں رکو ذرا ہم دخول اور حومل نامی جگہوں کے بیچ واقع سقط اللوی (ریت کے ٹیلوں) پہ اپنی محبوبہ اور اس کی منزل کو یاد کر کے رولیں۔

2.7.2 معلقہ کا موضوع اور مرکزی خیال:

چوں کہ امرؤالقیس کا یہ معلقہ ایک محض گشتی کاوش کا نتیجہ نہیں ہے اس لیے اس کا موضوع اور غرض بھی ایک نہیں ہے۔ بلکہ اس نے اپنے زمانہ شباب اور مشاہدے کے مختلف مناظر کی تصویر کشی کی ہے البتہ اس کا مرکزی خیال غزل ہے، جس میں محبوبہ کے ٹھہرنے کی جگہوں اور نشانیوں کو یاد کر کے آہ وفغاں کرتا ہے اور سوزش غم کا اظہار کرتا ہے۔

اس کے بعد اپنے غزلیہ اشعار میں ام الحویرث اور ام الرباب نامی دو عورتوں سے دل لگی کی داستاں بیان کرتا ہے۔ پھر زمانہ شباب کی شوخیوں اور رنگ رلیوں خاص طور سے تالاب دار جلجل اور وہاں پیش آنے والے واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔

معلقہ کا ایک امتیازی پہلو وصف ہے جس میں شاعر تاریک راتوں، صحراو بیاباں کی وحشتوں کا خوف ناک نقشہ کھینچتا ہے اور اپنے گھوڑے کا وصف بیان کرتا ہے اور اس کی سرعت، تیزی، پھرتی، مکر رحملہ، بہادری کو مختلف تشبیہات اور نادر کنایات سے اجاگر کرتا ہے۔

2.7.3 معلقہ کی شعری خصوصیات:

امرؤالقیس کا یہ معلقہ متنوع مضامین، عمدہ اسالیب، حسن تراکیب، بہترین منظر کشی، دقت معانی، پرتاثیر بیان جیسی امتیازی خصوصیات کا حامل ہے۔ پرشکوہ الفاظ، عمدہ تراکیب، سرعت خیال، ندرت تصور، بھاری بھرکم الفاظ استعمال کرنے میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ ساتھ ہی اس کا کلام بدویانہ طرز زندگی اور جاہلانہ عادات واطوار کی عکاسی کرتا ہے۔

امرؤالقیس پہلا وہ شاعر ہے جس نے سب سے پہلے محبوبہ کے اجڑے دیار پر ٹھہرنے اور تھوڑی دیران ویران کھنڈرات پر کھڑے ہو کر رونے کی رسم ایجاد کی۔ اسی نے سب سے پہلے دوشیزاوں کو ہرنیوں، نیل گایوں سے تشبیہ دی اور گورے رنگ کو شتر مرغ کے انڈوں سے تشبیہ دی۔ گھوڑے کی طاقت وقوت، سرعت رفتاری کو بیان کرتے ہوئے اسے جنگلی جانوروں کو قید کرنے والے سے تشبیہ دی۔

معلقہ کی خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ وہ غزل میں نزاکت خیالی کے ساتھ ایسا خوبصورت پیرایہ بیان اختیار کرتا ہے کہ جس سے معانی ومطالب فوراً ذہن میں آجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ استعارہ اور تشبیہ کے برمحل اور پرتاثیر استعمال نے اس کی شاعری پر چار چاند لگا دیئے۔

معلقہ کی ایک امتیازی خصوصیت اشیا کی حسین منظرکشی ہے۔جس میں شاعر نے محبوبہ کی سواری، رات کی تاریکی، اور ہواؤں کا جونقشہ کھینچاہےاس کا جواب پوری جاہلی شاعری میں نہیں ملتا۔

امرؤالقیس کے کلام میں مختلف خوبیوں کے ساتھ پوری بدویانہ شان بھی نمایاں ہے یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے شعرا نے بہت سے مضامین میں اس کی نقل اتارنے کی کوشش کی لیکن اس کے مقام کونہ پاسکے۔

2.8 معلقہ طرفہ بن العبد

طرفہ بن العبدجس کا پورانام عمروطرفہ بن العبد ہے۔کم سنی اورکم عمری کے باوجوداس کا شمارزمانہ جاہلیت کے چوٹی کے شعرامیں ہوتا ہے۔اس کا شہرہ آفاق معلقہ عربی زبان وادب کاعظیم شاہکار ہے۔ایک سو پانچ اشعار پر مشتمل یہ معلقہ اس کی قادرالکلامی، دقت فکر، آفاقی سوچ، روشن خیالی، دوراندیشی کاحسین مرقع ہے۔ساتھ ہی اس کی آزادی فکر، حریت پسندی کی صحیح عکاسی بھی کرتا ہے۔جس کا مطلع ہے:۔

لِخولةَ اطلالٍ ببرقةِ ثهمدِ   تَلوحُ كباقِي الوشمِ فی ظاهرِ اليدِ

وَقُوفا بهاصَحبِی علی مطيّهم   يقولونَ لاتهلک أسىً وتجلدِ

ترجمہ:ا۔ثہمد کی پتھریلی زمین میں خولہ(شاعر کی محبوبہ)کے گھر کے نشانات اسی طرح چمک رہے ہیں،جس طرح ہاتھ کے اوپر مٹتے ہوئے گودنے کے نشانات۔

۲۔ اس جگہ میرے دوست میرے پاس اپنی سواریاں روک کرمجھ سے کہتے ہیں کہ صبر رکھو!اس طرح اپنے آپ کو ہلکان نہ کرو۔

2.8.1 معلقہ کہنے کا سبب:

طرفہ کے اس معلقہ کا پس منظر یہ ہے طرفہ اپنے قبیلے کے اونٹ چرایا کرتا تھا،جس میں اس کے چچازاد بھائیوں کے جانور بھی تھے۔ لیکن ان کا رویہ طرفہ کے ساتھ درست نہ تھااور باپ کی موت کے بعد جب اس پر اوراس کی ماں پرظلم اور بڑھنے لگا تو تنگ آکرگھر سے بھاگ گیااور آزادانہ زندگی گزارنا شروع کردی،لیکن کچھ عرصے کے بعد سارے پیسے ختم ہوگئے اور مفلسی کے عالم میں پھراپنی قوم کے پاس آیا تو دیکھا کہ اس کے بھائیوں کے کچھ اونٹ گم ہوگئے ہیں۔ چنانچہ طرفہ اپنے چچازاد بھائی مالک کے پاس گیا تاکہ اونٹوں کی تلاش میں اس کی مدد کرے،لیکن اس نے جھڑک دیااور یہ کہا کہ ’’فرطت فیھا ثم اقبلت تتعب فی طلبھا‘‘ پہلے توتم نے اس کی طرف سے لاپروائی برتی اور جب سب کھوگئے تواب اس کی تلاش میں ہمدردی کا راگ الاپنے آگئے،طرفہ پراس بات کا گہرااثر ہواجس کے نتیجہ میں اس نے یہ معلقہ کہااوراپنے بھائیوں کےظلم وستم کا ذکرکیا ہے۔

2.8.2 معلقہ کا موضوع:

معلقہ کا موضوع اس کی اپنی ذات ہےجس میں اس نے زندگی کے فلسفہ اوراس کے بارے میں اپنے نقطہ نظر کو پیش کیا ہے۔ساتھ ہی اپنے چچازاد بھائیوں کی طرف سے ہونے والے مظالم کا بھی تذکرہ کیا ہے۔فلسفہ موت حیات کے علاوہ کہیں کہیں ذاتی بڑائی کا عنصر

بھی نظر آتا ہے، طرفہ زندگی کو اپنی مرضی کے مطابق گزارنے کا قائل ہے۔ یاران مے خوار اور اپنی مطرب دلنواز کا بڑے خوبصورت انداز میں ذکر کرتا ہے۔ اپنی بہادری وشجاعت کے قصائد پڑھنے کے بعد زہیر بن ابی سلمی کی طرح معلقہ کو حکمت وفلسفہ کی باتوں پر ختم کرتا ہے۔

طرفہ کا معلقہ دوسرے شعراء کی طرح متعدد اغراض کا مجموعہ ہے، جس کی ابتدا میں غزل ہے اور پھر محبوبہ کی سواری اور اونٹنی کا وصف بہت ہی خوبصورت انداز میں بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد اپنے کارناموں کو گناتا ہے۔ اور اپنے اوپر ہونے والے مظالم کی داستان بھی سناتا ہے اور فلسفہ وحکمت کی باتوں پر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

2.8.3 معلقہ کی امتیازی خصوصیات:

یہ معلقہ اپنی امتیازی خصوصیات کی وجہ سے عربی ادب کے شائقین کے نزدیک بہت قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ لفظی و معنوی اعتبار سے اس میں نئے نئے معانی اور تجربوں کا ذکر ہے جو اس سے پہلے نہیں ملتے۔ اسلوب بیان کی دلکشی اور اثر آفرینی میں اس کو امتیازی شان حاصل ہے۔ طرفہ کا معلقہ دقت فکر ونظر، رفعت تخیل، ندرت تشبیہ ونزاکت وصف کی ایسی مثال ہے جس کی نظیر کسی جاہلی شاعر کے کلام میں نہیں ملتی۔ ساتھ ہی معنیٰ کی گہرائی، پیرایۂ بیان کی عمدگی اور حکمت وفلسفہ کی چاشنی نے اس کو معجزہ نما کلام کی حیثیت دے دی ہے۔ جہاں تک وصف کا تعلق ہے تو طرفہ کا اس صنف میں مشکل سے کوئی ہمسر ملے گا، جس کی ایک مثال معلقہ میں موجود اونٹنی کا وصف ہے۔ جس میں اس کے ہر ہر عضو کی تفصیل ہے اور ایسی ایسی تشبیہیں ہیں، جن کی مثال مشکل سے ملے گی۔

ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی کے بقول یہ سب اس کے خیال کی ندرت اور فکری پرواز کی رفعت کو بتاتا ہے۔ ہاں اس نے اونٹنی کی تعریف میں جس تطویل اور دقت نظری کا اظہار کیا اس سے کہیں نہ کہیں ابہام اور تعقید معنوی پیدا ہوگئی ہے اور بعض جگہ ترکیب میں تعقید اور الفاظ میں ثقل اور معانی میں گھماؤ یا الجھاؤ کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن ندرت خیال اور رفعت پرواز کا لطف اس بے مزگی کو دھو دیتا ہے۔

طرفہ کے قصیدے کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اس کے بعض اشعار جو اس کے حکمت وفلسفہ میں کہے ہوئے ہیں، عربی ادب میں ضرب المثل بن گئے، جن میں یہ شعر بہت مشہور ہوا:۔

سَتبدی لک الایامُ ما کنتَ جاھلاً　　　ویاتیک بالاخبار مَنْ لم تزودِ

ترجمہ: جن چیزوں سے تم غافل ہو زمانہ خود ہی قیمت بتادے گا اور تمہیں خود بخود حقیقتوں کا علم ہو جائے گا۔

2.9 معلقہ زھیر ابن ابی سلمی

زھیر ابن ابی سلمی کا شمار جاہلی دور کے پاک باز اور پاک گفتار شاعروں میں ہوتا ہے۔ کلام میں اختصار پسندی، حکمت وفلسفہ کی گہرائی اس کا امتیازی وصف ہے جو اسے دیگر جاہلی شعرا سے ممتاز کرتا ہے۔ جس کا واضح نمونہ اس کا وہ مشہور معلقہ ہے جسے اس نے عرب کے قبیلے ذبیان کے دو نامور سردار ھرم بن سنان اور الحارث بن عوف کی مدح میں لکھا ہے۔ جو ۵۹/اشعار پر مشتمل ایک خوبصورت مجموعہ ہے

جس کا مطلع ہے۔

امن ام اوفی دمنۃ لم تکلم   بحومانۃ الدراج فالمتثلم

ترجمہ: کیا ام اوفی کے نشانات جو مقام حومانۃ الدراج اور متثلم میں ہیں بولتے نہیں؟ اور اسی کی طرح خاموش ہیں؟

2.9.1 معلقہ کہنے کا سبب:

عرب کی مشہور اور لمبی لڑائیوں میں سے ایک لڑائی عبس اور ذبیان کی لڑائی ہے۔ جسے حرب داحس والغبراء کے نام سے جانا جاتا ہے جو مسلسل چالیس سال تک جاری رہی جس میں ہزاروں لوگوں کی جانیں گئیں۔ جب چالیس سال تک کشت وخون کا سلسلہ بند نہ ہوا تو قبیلہ ذبیان کے دو سردار، ہرم بن سنان اور حارث بن عوف کے دل میں رحم آیا اور انہوں نے کوشش کر کے آپس میں صلح کرائی اور مقتولین کے خون بہا کے طور پر اپنے پاس سے تین ہزار اونٹ دیے اس طرح یہ برسوں سے جاری جنگ ختم ہوئی۔

زہیر بن ابی سلمی پر جو فطرتا صلح جو، اخلاق حمیدہ کا مالک اور امن وآشتی کا داعی تھا اس واقعہ کا بہت گہرا اثر ہوا، چنانچہ ان کی کاوش سے خوش ہو کر ان کی شان میں ایک شاندار مدحیہ قصیدہ لکھا جس میں دل کھول کر ان کے اس نیک کام کی تعریف کی، نیز جنگ وجدال کی ہولناکیوں کے برے انجام سے ڈرایا اور صلح وصفائی سے رہنے کی ترغیب دی اور حکمت وپند نصائح سے بھرپور اشعار کے ساتھ اپنے معلقہ کو ختم کیا۔

2.9.2 معلقہ کا موضوع:

معلقہ کا موضوع اور مرکزی خیال جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہرم بن سنان اور حارث بن عوف کی صلح وصفائی کی دعوت اور قربانیوں کا ذکر، اوران کے کارناموں کی تعریف ہے ساتھ ہی محبت، صلح وآشتی سے رہنے کی تلقین ہے۔ ابتدائی اشعار میں اپنی بیوی ام اوفی سے اظہار عشق ہے، اس کے بعد اصل موضوع یعنی ہرم اور حارث کی تعریف ہے اوران کی کوششوں کی مدح وسرائی ہے۔ پھر سارے عرب کو مخاطب کر کے جنگ وجدال اوراس کے ہولناک انجام سے ڈراتا ہے۔ معلقہ کے آخر میں حکمت وفلسفہ کی باتیں اور زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہے۔

2.9.3 معلقہ کی خصوصیات:

زہیر کے کلام کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ وہ فضول گوئی، بے ہودہ خیالات اور فحاشیات سے پاک ہے۔ الفاظ بہت مختصر اور معانی کثیر ہیں گویا حسن ایجاز کا مرقع ہے۔ وہ اس خوبصورتی سے شعر کہتا ہے کہ تھوڑے الفاظ سے بہت سے معانی اور مطالب پیدا کر دیتا ہے۔

زہیر کی مدحیہ شاعری بہت معیاری اور جھوٹ سے پاک وصاف ہوتے ہیں چنانچہ جب کسی کی تعریف کرتا ہے تو اس کے سچے اور حقیقی اوصاف کو گناتا ہے بے جا مبالغہ آرائی کر کے تعریف کے پل نہیں باندھتا ہے۔ اسی لیے حضرت عمر نے اسے شاعروں کے شاعر کا خطاب دیا، وجہ پوچھنے پر فرمایا وہ اپنے کلام میں تعقید پیدا نہیں کرتا تھا، اور نہ ہی ایک مفہوم کو دوسرے ملاتا تھا۔ اس کا یہی وصف اس کے معلقہ میں غالب ہے۔ اس کے علاوہ زہیر کا معلقہ پیچیدہ عبارات، غریب الفاظ سے پاک ہے۔ الفاظ کا آپس میں ربط وجوڑ، کلمات

وحروف کی حسن بندش خوب ہے۔مفاہیم ومطالب کو بڑے اچھوتے انداز میں بیان کیا ہے۔

علاوہ ازیں زہیر کا معلقہ دوسرے معلقات کے مقابل زیادہ واضح اور غیر مانوس الفاظ سے خالی ہے۔جن میں تعقید لفظی ومعنوی سے حتی الامکان پرہیز کیا گیا ہے۔زہیر کے معلقہ کی ایک امتیازی خصوصیت، حکمت وفلسفہ اور ضرب الامثال کی کثرت ہے۔جو کسی دوسرے جاہلی شاعر کے کلام میں نہیں ملتی۔جن میں سے مندرجہ ذیل اشعار ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں:۔

وَمَھما یکنْ عندامری من خلیقۃٍ   وان خالھا تخفی علی الناس تعلم

لسانُ الفتی نصفٌ ونصفٌ فوادہ   فلم یبقی الاصورۃ اللحم والدم

2.10 لبید بن ربیعہ کا معلقہ

لبید بن ربیعہ کا شمار جاہلی اور مخضر مین دونوں زمانہ کے شعرا میں ہوتا ہے۔یہ دور جاہلیت میں عربوں کا واحد شاعر تھا جس نے عہد نبوی بھی پایا اور بحالت ایمان وفات پائی۔لبید کا شمار طویل قصیدہ گو شعرا میں ہوتا ہے۔ ۸۸/اشعار پر مشتمل اس کا معلقہ عمدہ شاعری اور اس کی قادرالکلامی کی بہترین مثال ہے، اس کی شاعری بدوی زندگی اور اس کے اخلاق وعادات کی منہ بولتی تصویر ہے۔جس کا مطلع ہے:۔

عَفتِ الدیارُ محلھا فمقامھاَ   بمنیً تابدغولھا فرجامھا

ترجمہ: منی کے عارضی اور دائمی مقامات مٹ گئے، اور کوہ غول وجام وحشت کدے بن گئے۔

2.10.1 معلقہ کہنے کا سبب:

زوزنی کے مطابق اس معلقہ کے وجود کے پیچھے کوئی خاص سبب یا حادثہ کارفرمانہیں ہے۔بلکہ یہ اس کا شاعری کی طرف طبعی میلان کا نتیجہ ہے۔جس میں بدوی زندگی کی منظرکشی اور جاہلی زمانہ کی عادات واطوار کا بیان ہے ساتھ ہی اس نے اپنے کرم وسخاوت اور بہادری کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

2.10.2 معلقہ کا موضوع:

دوسرے جاہلی شعرا کی طرح لبید کا معلقہ بھی متعدد اغراض کا مجموعہ ہے جس کی ابتدا میں محبوب کے اجڑے دیار اور ٹیلوں اور کھنڈرات کا ذکر ہے۔پھر غزل کے کچھ اشعار ہیں اس کے بعد اونٹنی کے اوصاف وخوبیوں کو بڑے حسین پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے جو اس معلقہ کا ایک اہم حصہ ہے۔پھر شاعر نے اپنے شباب وشراب کی محفلوں کا تذکرہ کیا ہے اور اخیر میں فخر وحماسہ کے اشعار کہے اور اپنے جود وسخا کی جم کر تعریف کی ہے۔

2.10.3 معلقہ کی خصوصیات:

لبید کا معلقہ اس کے اخلاق وجذبات کی صحیح تعبیر ہے۔جس میں سچائی، خلوص اور اعتدال کا عنصر غالب ہے۔انداز بیان نہایت

شستہ اور اسلوب بیان دل کو چھو لینے والا ہے۔ ہاں کہیں کہیں الفاظ سخت اور اسلوب پیچیدہ ہو گیا ہے جس میں تند خوئی اور درشتی پوری طرح عیاں ہے ۔لبید اپنے قصیدے میں مبالغہ آرائی سے گریز کرتا ہے اور اپنی ذات پر فخر کرتے ہوئے بھی زیادہ مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیتا ہے۔ گو کہ اس کی شاعری میں جاہلی زمانہ کی شاعری کی تمام صفات اور خصوصیات پوری طرح واضح ہیں۔

لبید کے معلقہ کی امتیازی خصوصیت اپنی ناقہ (اونٹنی) کا وصف ہے، جس میں نادر تشبیہات کا استعمال اس کے خیال کی ندرت کو بتاتا ہے اور وہ طرفہ کی طرح بہت خوبصورتی سے اونٹنی کے اعضا کا نقشہ کھینچتا ہے۔ قصیدے کا یہ حصہ خاصہ طویل اور غامض بھی ہے جس میں بلند شاعرانہ محاکات اور منظر کشی ہے جس کا بغیر ترجمہ اور صاف تشریح کے سمجھنا نوجوان طبقہ کے لیے آسان نہیں۔

2.11 عمرو بن کلثوم التغلبی کا معلقہ

عمرو بن کلثوم قبیلہ تغلب کا شاعر اور نامور سردار تھا۔ عرب قبائل میں فتاک العرب کے لقب سے مشہور تھا۔ عمرو بن کلثوم کا معلقہ فخریہ شاعری کا بہترین نمونہ ہے جس میں اس کی شاہانہ پرورش اور شان وشکوہ، بہادری و اولوالعزمی کی جھلک نظر آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اسی ایک قصیدے کی بدولت وہ فخریہ شاعری کا امام بن کر چمکا۔ اس قصیدہ میں ۱۰۶ اشعار ہیں۔ جس کا مطلع یہ ہے:۔

الا ھبی لصحنک فاصبحینَا　　　　ولا تبقی خمورَ الاندرینَا

ترجمہ: اے محبوبہ اپنا جام لے کر اٹھ اور صبح کی شراب سے ہمیں سیراب کر اور اندرین کی بہترین شراب میں سے کچھ بچا کر مت رکھ۔

2.11.1 معلقہ کہنے کا سبب:

عمرو بن کلثوم کے معلقہ کہنے کی وجہ دلچسپ ہے۔ ہوا یوں کہ ایک دن حیرہ کے بادشاہ عمرو بن ہند نے اپنے ہمنشینوں سے پوچھا کہ عرب میں کوئی ایسا شخص ہے جس کی ماں میری ماں کی خدمت کرنے سے انکار کر دے گی۔ درباریوں نے کہا کہ ہمیں اس کا علم نہیں البتہ عمرو بن کلثوم کی ماں آپ کی ماں کی خدمت سے صاف انکار کر دے گی۔ کیونکہ اس کا باپ مہلہل بن ربیعہ ہے، اس کا چچا کلیب بن وائل جو عرب کے سردار تھے اور اس کا شوہر عرب کا مشہور شہسوار کلثوم بن عقاب تھا اور اسکا بیٹا عمرو بن کلثوم ہے، جو اپنی قوم کا سردار ہے۔

چنانچہ عمر بن ہند نے عمرو بن کلثوم کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنی ماں کی معیت میں میری ضیافت قبول کرو۔ عمرو بن کلثوم نے حیرہ کے بادشاہ کی دعوت قبول کر لی اور اپنا لاؤ لشکر لے کر اپنی ماں کی معیت میں بغرض ملاقات چل پڑا۔ عمر بن ہند کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے اپنی ماں سے کہہ دیا کہ اندر جب دستر خوان لگ جائے تو نوکروں کو اشارہ سے ذرا دور ہٹا دینا اور پھر عمرو بن کلثوم کی ماں سے کسی کام کی فرمائش کرنا چنانچہ جب عمرو بن کلثوم اپنے آدمیوں کی معیت میں اور اس کی ماں اپنے خواصوں کے ساتھ عمرو بن ہند کے یہاں پہنچے تو اس نے شاندار استقبال کیا اور خود عمرو بن کلثوم کو لے کر شاہی خیمہ میں لے گیا اور اس کی ماں عمرو کی ماں کو زنانہ خیمہ میں لے گئی۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد دستر خوان چن دیا گیا، جب پروگرام کے عین موقع پر سارے ملازمین غائب ہو گئے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر عمرو بن ہند کی ماں نے عمرو بن کلثوم کی ماں سے پلیٹ اٹھانے کا اشارہ کیا۔ لیلیٰ نے کہا: جس کو ضرورت ہے وہ خود ہی کیوں نہ لے لے۔ لیکن جب عمرو بن ہند کی ماں نے ذرا تیزی اور اصرار سے پلیٹ اٹھانے کو کہا تو وہ برداشت نہ کر سکی اور زور سے چلائی ہائے یہ ذلت! کہاں ہوا ے تغلبیوں

! یہ آواز جب عمرو بن کلثوم نے سنی تو غصہ سے اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور عمرو بن ہند نے موقع کی نزاکتوں کو تاڑ لیا۔لیکن جب تک وہ کچھ سمجھ سکے عمر بن کلثوم نے بلا کی پھرتی سے خیمہ میں لٹکی تلوار اٹھا کر بادشاہ کی گردن ماردی اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ سب کچھ لوٹ لو۔ چنانچہ ان لوگوں نے سارے قیمتی ساز وسامان لوٹ لیا اور خوشی کے شادیانے بجائے اور اپنے جزیزہ کو واپس آ گئے ۔وطن واپسی پر عمرو بن کلثوم نے یہ قصیدہ کہا جو اس کے معلقہ سے مشہور ہے۔

2.11.2 معلقہ کا موضوع:

عمرو بن کلثوم ان شعراء میں سے ہے جنھوں نے بہت کم اشعار کہے لیکن یہی چند اشعار ان کی شہرت اور مقبولت کا سبب بن گئے۔ بلکہ صرف ایک معلقہ کی وجہ سے عمرہ بن کلثوم کا شمار جاہلی زمانہ کے چوٹی کے شعراء میں ہوتا ہے۔معلقہ کا موضوع فخر وحماسہ ہے جس میں شاعر اپنے آباء واجداد کے کارناموں پر فخر کرتا ہے اور اپنی بہادری اور شجاعت کا تذکرہ کرتا ہے۔جس میں اس نے اس واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے اس کے اور عمرو بن ہند کے بیچ پیش آیا۔

دیگر معلقات کی طرح عمرو بن کلثوم کا معلقہ بھی متعدد اغراض کا مجموعہ ہے، جس میں مختلف حوادث کا ذکر ہے، جو اس بات کا غماز ہے کہ یہ معلقہ مختلف زمانوں اور مختلف موقعوں پر کہا گیا۔

معلقہ کی ابتدا جاہلی عادات کے برخلاف ساغر وساقی کے ذکر سے ہوتی ہے۔اس کے بعد شاعر اپنے محبوبہ کے حسن کی منظر کشی کرتا ہے اور پھر مرکزی خیال جو کہ فخر ہے اس میں اپنے بزرگوں کے کارناموں کو گناتا ہے اور جنگوں میں ان کی بہادری اور بادشاہوں سے نبرد آزمائی کرنے کے واقعات ذکر کر کے دیگر قبائل پر اپنے قبیلے کی بالادستی ثابت کرتا ہے۔ساتھ ہی اپنی قبیلہ کی جود وسخا، مہمان نوازی اور اپنی طاقت وسطوت کا بڑی تعلّی سے ذکر کرتا ہے۔

2.11.3 معلقہ کی خصوصیات:

عمرہ بن کلثوم کے معلقہ کی دو امتیازی خصوصیات ہیں جو اسے دیگر معلقات سے ممتاز کرتی ہیں ان میں سے ایک یہ کہ اس نے معلقہ کی ابتداء زمانہ جاہلی کی شاعرانہ روایت جو کہ محبوبہ کے اجڑے ہوئے دیار اور کھنڈرات پر آہ وفغاں کرنا اور اور انہیں مخاطب کر کے آنسوں بہانا ہے کے برخلاف ساغر وساقی کے ذکر سے کی ہے، دوسری خصوصیت مبالغہ آرائی میں غلو ہے جس کی مثال عام جاہلی شاعری میں شاذ و نادر ہی ملتی ہے اپنی قوم کی بڑائی اور ان پر ناز کرنے میں شاعر نے زمین وآسمان کے قلابے ملا دیے ہیں لیکن سلاست اور روانگی نے اس مبالغہ آرائی کو بھی حسین روپ دے دیا۔جیسے اس کے یہ اشعار:۔

ملانا البرحتی ضاق عنا   وماء البحر نملاہ سفینا

اذا بلغ الفطام لنا صبی   تخر لہ الجبابر ساجدینا

عمرو بن کلثوم کا معلقہ فن شاعری میں اس کی قادرالکلامی اور حسن انتخاب کو بتاتا ہے۔موقع ومحل کے لحاظ مناسب الفاظ کو انتخاب

کر کے انہیں نظم کرنے میں اسے ملکہ تامہ حاصل تھا، قصیدہ کے معنی صاف اور واضح ہیں، اسلوب بیان دلکش و طرز ادا بڑا دل نشیں اور موثر ہے۔

معلقہ کی ایک خوبی اس کی قافیہ ورد یف کا حسن انتخاب ہے جس پر سلاست اور روانگی نے چار چاند لگا دئے ہیں۔ موسیقی اور نغمہ کے حسین پیرایہ کے ساتھ ساتھ سہل بیانی اور انداز بیان اتنا دلچسپ تھا کہ بنو ثعلب کے بچہ بچہ کو یہ قصیدہ یاد تھا اور قومی ترانے کی طرح ہر گلی کوچے میں گاتے پھرتے تھے۔

عمرو بن کلثوم کے معلقہ کی ایک خاصیت خیال کی بلندی ہے۔ چنانچہ اپنی محبوبہ کے سراپا کا اس طرح نقشہ کھینچتا ہے کہ اس کے انگ انگ کی تصویر اتار کر رکھ دیتا ہے۔ اور مفاتن جسم کی تشبیہ دینے میں اسے کمال کا دسترس حاصل تھا۔

2.12 معلقہ عنترہ بن شداد

عنترہ کا معلقہ عربی ادب میں فخر وحماسہ میں اپنی مثال آپ ہے۔ یہ معلقہ تمام معلقات میں الفاظ کا حسن اختیار، خوب صورت پیرایہ بیان، بہترین وصف اور شاندار فخر وحماسہ کا اعلی نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ عنترہ کا معلقہ فخریہ شاعری کا عظیم شاہکار ہے، فوج میں جوش پیدا کرنے اور جنگجوں کو ابھارنے کے لئے اس کے اشعار پڑھے جاتے تھے۔ جس کا مطلع ہے:۔

هلْ غادرَ الشعراءُ من متردمِ　　　　أم هل عرفت الدار بعد توهمِ

2.12.1 معلقہ کہنے کا سبب:

اس معلقہ کے کہنے کا سبب یہ ہوا کہ قبیلہ کے ایک شخص سے تلخ کلامی ہوگئی جس نے اس کے کالے رنگ اور اس کی حبشی نژاد ماں کا طعنہ دیا، غلیظ اور فحش گالیاں بھی دیں۔ اس پر عنترہ نے کہا کہ تجھ جیسا بزدل میرا کیا مقابلے کر پائے گا۔ میں تو جنگوں کا شہسوار ہوں، مال غنیمت برابر تقسیم کرتا ہوں اور کبھی کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتا ہوں اور اپنے مال میں سے بے دریغ سخاوت کرتا ہوں، بہادری اور شجاعت میں میرا اپنا مقام ہے، عبسی نے کہا لیکن میں تم سے بڑا شاعر ہوں اور شعر گوئی میں تم سے زیادہ کمال رکھتا ہوں اس پر عنترہ نے کہا: تم کو بہت جلد جان جاو گے کہ کون اچھے شعر کہتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اس نے اپنا یہ مشہور معلقہ کہا۔

2.12.2 معلقہ کا موضوع:

عنترہ کا یہ معلقہ اس کی ذات کے اردگرد گھومتا ہے۔ جس میں اس نے اپنی زبان دانی اور شجاعت و بہادری کے قصیدے پڑھے ہیں اور اپنے اخلاق فاضلہ کو بیان کرنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے ہیں، ساتھ ہی اپنے قوم کے کارناموں کو گنایا ہے اور ضمنا اس کی مدافعت میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے تھے ان کا ذکر ہے، اپنی سخاوت اور دریا دلی کا بھی کھل کر اظہار کیا ہے۔ قصیدہ کی شروعات محبوبہ کے اجڑے ہوئے دیار کے ذکر سے ہوتی ہے پھر شاعر اپنی محبوبہ (عبلہ) کے مفاتن اور اس کے اعضاء کی تعریف کرتا ہے اور شدید

محبت اور حسرت و یاس کے ساتھ محبوبہ کے ہونٹ، اس کی مسکراہٹ، اور آنکھوں کا خوبصورت نقشہ کھینچتا ہے، اس کے بعد اس کے کوچ، اور سواری کا ذکر کرتا ہے، پھر اپنی بہادری، جوانمردی اور کارناموں کو بیان کرتا ہے، تاکہ اپنی محبوبہ کو اپنی طرف مائل کر سکے قصیدہ کا یہ حصہ اس کی روح ہے۔

2.12.3 معلقہ کی خصوصیات:

اس بات میں کوئی دورائے نہیں کہ عنترہ غیر معمولی قوت کا حامل تھا اور بہادری وشجاعت میں اپنی مثال آپ تھا۔ اسی بہادری اور شجاعت کی جھلک اس کے اس معلقہ میں نظر آتی ہے۔

اس معلقہ کی امتیازی خصوصیات اس کا وہ حسین انداز بیان ہے جس میں اپنی محبوبہ عبلہ کو جاہلی طرز پر خطاب کرتا ہے اور اس کے بعد اپنی محبوبہ کی آنکھ اس کی مسکراہٹ اور ہونٹوں کی تعریف کرتے ہوئے اپنی شدید محبت کا اظہار کرتا ہے۔

عنترہ کے معلقہ کی ایک خوبی خوبصورت اور نادر تشبیہات کا استعمال ہے جو اس کے خیال کی بلندی، فکر کی عمدگی کو ظاہر کرتی ہیں، جن میں وہ اپنی محبوبہ کو فارۃ المسک یعنی نافہ مسک سے تشبیہ دیتا ہے اور محبوبہ کے منہ کی خوشبو کو سر سبز وشاداب باغ کی خوشبو سے تشبیہ دیتا ہے جو بارشوں سے سیراب ہوا ہے جس میں چوپایوں وغیرہ نے پہنچ کر اس کی ہوا کو گندہ اور ملوث نہیں کیا ہے۔

عنترہ اپنے معلقہ میں عیش ومستی کا بھی ذکر کرتا ہے اور عربی اعلی اقدار اور اخلاق کا بھی، شراب کی مجلسوں کا بھی ذکر ہے اور اپنی عزت و آبرو اور غیرت وحمیت کا تذکرہ بھی۔ کہتا ہے۔

واذا شربت فانی مستھلک　　　　مالی وعرضی وافر لم یکلم

واذا صحوت فما اقصر عن ندی　　　　وکما علمت کما شمائلی وتکرمی

عنترہ کے قصیدے کی ایک امتیازی وصف اس کی سہل وشستہ بیانی ہے۔ ڈاکٹر عبدالحکیم ندوی نے ڈاکٹر طہ حسین کے حوالے سے لکھا ہے کہ لبید کے قصیدے کا لطف نوجوان طبقہ اسی وقت اٹھا سکتا ہے جب کہ اس کا ترجمہ اور صاف تشریح کر دی جائے اور اس میں جو بلند شاعرانہ محاکات اور منظر کشی ہے اسے ان کے سامنے سہل اور آسان زبان میں پیش کر دی جائے۔ لیکن عنترہ کا یہ قصیدہ اگر تم نوجوانوں کے سامنے پڑھو تو وہ بغیر ترجمہ وتشریح کے اس کے اکثر حصہ کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں گے۔ کیونکہ عنترہ کا یہ قصیدہ واضح اور صاف ہے، اس کے الفاظ آسان، معانی مطالب عام فہم ہیں اور باوجود (بعض جگہ) غرابت الفاظ ومعانی کے بغیر کسی دشواری ودقت کے بات دل میں اتر جاتی ہے

اس قصیدے کی موسیقی ونغمہ کے حسین پیرایہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر طہ حسین آگے لکھتے ہیں: کہ جب میں یہ قصیدہ پڑھتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قصیدہ کیا ہے! نغمہ وموسیقی کی مختلف دھنوں کو ایک ساتھ ملا کر ایک ایسا راگ پیدا کیا گیا ہے جس میں مرکزی حیثیت صرف ایک ہی دھن کو حاصل ہے جو شروع قصیدہ سے آخر تک اسی مرکز ومحور کے ارد گرد گھومتی ہے۔

غرض کہ عنترہ کا معلقہ اور اس کا کلام اس کی بدوی زندگی اور حالات کا آئینہ دار ہے۔ جس میں جاہلی زمانہ کی تمام صفات اور خصوصیات پوری طرح عیاں ہیں ساتھ ہی فضول، لغو اور بیکار باتوں سے پاک وصاف ہے۔

2.13 حارث بن حلزہ کا معلقہ

حارث بن حلزہ قبیلہ بکر کا نامور شاعر تھا۔فی البدیہہ شعر کہنے اور فخر وحماسہ کے مضامین میں ممتاز شاعر سمجھا جاتا ہے۔حارث بن حلزہ کا معلقہ جو اس نے بادشاہ کے دربار میں فی البدیہہ کہا اس کی شہرت دوام کا سبب بنا۔حارث کا معلقہ کا خاصا طویل ہے اس میں کل ۱۸۲/اشعار ہیں، جن کا مطلع یہ ہے۔

آذنتنابينهماأسماء رب ثاو يمل منه الثواء

کہا جاتا ہے کہ حارث نے جس وقت یہ قصیدہ کہا وہ بہت بوڑھا تھا اور اس کی عمر تقریبا ۱۳۵/سال ہو چکی تھی بہر حال اس قصیدے کی وجہ سے بکریوں کا سر فخر سے اونچا ہو گیا اور سارے عرب میں ان کی دھوم مچ گئی۔

2.13.1 معلقہ کہنے کا سبب:

حارث کے معلقہ کہنے کی وجہ بنوتغلب اور بنوبکر کی آپسی رنجش اور وہ لڑائی تھی جو حرب بسوس سے معروف ہے۔کہا جاتا ہے کہ حیرہ کے بادشاہ عمرو بن ہند کے باپ المنذر بن السماء نے بڑی مشکل سے ان دونوں قبیلوں میں صلح کرائی تھی،اور قبیلہ سے سو سو غلام بطور ضمانت لیے تھے کہ اگر کسی نے ظلم وزیادتی کی تو مظلوم قبیلہ کو اس کے غلام دے دیے جائیں گے۔عمرو بن ہند نے بھی اپنے باپ کی طرح اس عہد وپیمان کو برقرار رکھا۔

چنانچہ ایک دفعہ عمرو نے ان غلاموں کو ایک مہم پر روانہ کیا۔بنوشیبان کے ایک کنویں پر پہنچ کر تغلبی غلاموں کو بکری غلاموں نے مار بھگایا بیچارے بھوکے پیاسے صحرا میں مر گئے اور بکر کے غلام بچے رہے اس پر تغلبیوں کو شبہ ہوا کہ بکریوں نے جان بوجھ کر ہمارے غلاموں کو ایسی جگہ ڈھکیل دیا کہ جہاں پانی نہ ملے اور یہ پیاسے مر جائیں۔چنانچہ انہوں نے ان غلاموں کا خون بہا مانگا،جسے دینے سے بکریوں نے انکار کر دیا۔معاملہ عمرو بن ہند تک پہونچا۔اس مقدمہ میں تغلبیوں کا وکیل عمرو بن کلثوم اور بکریوں کا النعمان بن ہرم تھا جو بنوثعلبہ یشکر کا فرد تھا،بادشاہ کے سامنے جب مقدمہ پیش ہوا تو اس میں نعمان بن ہرم نے کچھ جملے تہذیب سے گرے ہوئے کہہ دیے،جن کی وجہ سے عمرو بن ہند بہت خفا ہوا،وہ پہلے ہی بنوتغلب کی طرف مائل تھا نعمان کی اس بدتمیزی نے معاملہ اور خراب کر دیا اب اس کا پورا خطرہ تھا کہ فیصلہ بنوتغلب کے حق میں ہو جائے گا اتنے میں حارث بن حلزہ جو اس وقت دربار میں موجود تھا کھڑا ہوا اور اس نے فی البدیہہ اپنا مشہور معلقہ کہنا شروع کر دیا،جسے سن کر عمرو بن ہند بہت خوش ہوا اور اس کی بڑی آو بھگت کی اور بنوتغلب وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

2.13.2 معلقہ کا موضوع:

حارث بن حلزہ کے قصیدے کا موضوع عمرو بن کلثوم کی طرح فخر وحماسہ ہے۔جس میں اس کے قبیلے کی بہادری وشجاعت، وفاشعاری اور جود وسخا کا تذکرہ ہے۔ساتھ ہی بادشاہ عمرو بن ہند کی تعریف وتوصیف میں وہ اشعار بھی ہیں جنھوں نے بادشاہ کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا،اور اس کے دل میں بکریوں کے لیے موجود کدورت کو ختم کر دیا اور حارث بن حلزہ کو اپنے پاس بلا کر اپنے برابر بٹھالیا

۔چنانچہ اغانی نے ابن الکلبی سے روایت کی ہے کہ الحارث بن حلزہ کے جسم پر برص کے داغ تھے اس لیے جب وہ پڑھنے کھڑا ہوا تو عمرو بن ہند نے اپنے سامنے (سات) پردے ڈلوا دیے، جب حارث نے اپنا معلقہ پڑھنا شروع کیا تو عمرو بن ہند اتنا متاثر ہوا کہ اس نے ایک ایک کر کے ساتوں پردے ہٹوا دیے اور اس کو اپنے پاس بٹھا لیا۔

حارث بن حلزہ نے اپنے معلقہ میں عمرو بن کلثوم کا جواب بھی دیا ہے اور قبیلہ تغلب کے برے کاموں اور ان کی بری عادتوں کا ذکر بھی کیا ہے لیکن کہیں بھی متانت اور سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور بڑی چالاکی سے بادشاہ کو غیر شعوری طور پر اپنے قبیلہ کی طرف مائل کرنے کوشش کی ہے اور اس میں پوری طرح کامیاب ہوا ہے۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر میں بادشاہ نے تغلبیوں کے خلاف بکریوں کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

2.13.3 معلقہ کی خصوصیات:

نقاد کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حارث بن حلزہ کا یہ معلقہ فنی نقطہ نظر سے بہت سی خوبیوں کا حامل ہے۔ پیرایہ بیان دلکش ہے،اغراض ومعانی واضح اور الفاظ سلیس وسہل ہیں۔منفرد اسلوب اور متعدد اغراض وفنون پر مشتمل ہونے کی وجہ سے جاہلی قصیدوں میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔حارث بن حلزہ کی قادر الکلامی وموزونی طبع کا لوہا اس لیے بھی مانا جاتا ہے کہ اس نے یہ معلقہ ایک مجلس میں فی البدیہہ اور ارتجالا کہا ہے۔جس کی مثال دور جاہلیت میں اور کہیں بھی نہیں ملتی۔

اس قصیدے کا ایک امتیازی وصف اس کی فخریہ شاعری ہے جس کا مقام اتنا اونچا ہے فخر میں حارث ضرب المثل بن گیا۔چنانچہ کہتے ہیں کہ ما افخر من الحارث بن حلزہ، یعنی حارث سے بڑھ کر کوئی فخر گو نہیں ہوسکتا۔

اس کے علاوہ حارث کے قصیدے کی ایک تاریخی حیثیت بھی ہے۔چنانچہ حارث نے جہاں بنو تغلب کی برائیاں گنانی شروع کی ہیں اس سلسلے میں ادوار عرب اور دور جاہلیت کے بہت سے واقعات اور جنگوں کا ذکر بھی کیا ہے اس اعتبار سے اس کا معلقہ ان واقعات اور جگہوں کی ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

الغرض حارث کا یہ معلقہ اس کی لمبی زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہے۔جس میں محبوبہ کے وصف اور فخر کا حسین امتزاج ہے۔ساتھ ہی اس کی طلاقت لسانی، حکمت عملی، موقع شناسی، اور شیریں زبانی کا اعلی نمونہ ہے۔اس کے قصیدے میں فخر اور غزل کے جو مضامین آئے ہیں اگرچہ وہ مجمل اور مختصر ہیں لیکن بڑے دل آویز اور پرتاثیر ہیں جو اس کی چرب زبانی اور قادر الکلامی کی جیتی جاگتی مثال ہے۔

حارث کے کلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ وہ اپنے فریق مخالف عمرو بن کلثوم کی طرح مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیتا بلکہ بادشاہ عمرو بن ھند کی مدح سرائی بھی اس دلکش انداز میں کرتا ہے کہ بادشاہ کا دل پسیج جاتا ہے اور اپنے قبیلے کے تعلق سے بادشاہ کی کدورت دور کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

2.14 خلاصہ:

جاہلی شاعری عربی زبان وادب کا عظیم شاہکار ہے جس کے متعدد مصادر ہیں ان میں سب سے اہم مصدر وہ سات قصائد ہیں جو

معلقات، مذھبات اور سموط کے نام سے معروف ہیں۔ یہ قصائد جاہلی شاعری کا قابل تقلید نمونہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اہم تاریخی دستاویز بھی ہیں جن سے ہمیں جاہلی زمانے کی تقالید، ان کے شب و روز، اور جنگی حالات کا علم ہوتا ہے۔

معلقات کی عدد اور ان کی تعین میں علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن راجح یہ ہے کہ ان کی تعداد سات اور ان کے قائلین شعراء حسب ذیل ہیں امرو القیس، طرفہ بن العبد، زہیر ابن ابی سلمی، لبید ابن ربیعہ، عمرو بن کلثوم، عنترہ ابن شداد، حارث ابن حلزہ۔

معلقات عرب کے ان چنندہ قصائد کا مجموعہ ہے جو اپنی گوناگوں خوبیوں، لفظی اور معنوی محاسن کی وجہ عربی زبان و ادب میں اہم مقام رکھتا ہے۔ نادر تشبیہات، عمدہ خیال، پرشکوہ الفاظ اور اسلوب کی سلاست اور معانی میں غیر معمولی لطافت اور گہرائی کی وجہ سے ہر دور میں قابل تقلید نمونہ رہے ہیں۔ ہر معلقہ کی مشترک اور امتیازی خوبیاں ہیں جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں

2.15 نمونے کے امتحانی سوالات:

۱۔ معلقات کی وجہ تسمیہ اور اس سلسلے میں علماء کے اختلاف کو واضح کیجئے؟

۲۔ معلقات کی تعداد کتنی ہے اور اصحاب معلقات سبعہ کون کون ہیں، مختلف روایات کی روشنی میں بیان کریں؟

۳۔ معلقات کی کعبہ میں تعلیق اور عدم تعلیق کے متعلق علماء کی آراء واضح کریں؟

۴۔ معلقات سبعہ کی عمومی خصوصیات پر روشنی ڈالئے؟

۵۔ امرء القیس کے معلقہ کی امتیازی خصوصیات بیان کیجئے؟

۶۔ طرفہ ابن العبد کے معلقہ کا موضوع بیان کریں اور اس کی لفظی و معنوی خوبیوں کو واضح کریں؟

۷۔ عنترہ بن شداد کو کس صنف میں درک و کمال حاصل تھا؟

۸۔ زہیر بن سلمی نے اپنا معلقہ کس کی تعریف میں کہا اور کیوں؟

۹۔ عنترہ اور اور لبید کے معلقات کے بارے میں نقاد کی کیا رائے ہے واضح کریں؟

۱۰۔ حارث بن حلزہ کے قصیدے کی امتیازی خصوصیات بیان کیجئے؟

2.16 سفارش کردہ کتابیں:

طبقات الشعراء ابن سلام جمحی

تاریخ آداب اللغہ العربیہ جرجی زیدان

العصر الجاہلی شوقی ضیف

تاریخ الادب العربی احمد حسن زیات

الشعر الجاہلی طہ حسین

عربی ادب کی تاریخ عبد الحکیم ندوی